نبوت محمدیہ اور اس کی نشانیاں

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ

ترجمہ: مولانا حبیب اللہ ذکریا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ان کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، ان کے اخلاق، ان کے اقوال، ان کے افعال اور ان کی شریعت ان کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، آپ کی امت آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، آپ کی امت کا علم اور ان کا دین آپ کی نبوت کی علامات میں سے ہے، آپ کی امت کے نیک لوگوں کی کرامتیں آپ علیہ السلام کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ ساری چیزیں اسی وقت ظاہر و باہر ہوسکتی ہیں جب ان کی سیرت میں ان کی ولادت سے نبوت ملنے تک، نبوت ملنے کے وقت سے آپ علیہ السلام کے وصال تک اور جب ان کے نسب، ان کے شہر، ان کے اصول اور ان کے فروع میں غور وفکر کیا جائے، کیونکہ آپ اہل زمین میں باعتبار نسب سب سے معزز ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالص نسل سے تعلق رکھتے ہیں، وہ ابراہیم علیہ السلام جن کی نسل میں اللہ تعالی نے نبوت اور کتاب کو رکھا، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی ایسے تشریف نہیں لائے جو ان کی نسل سے نہ ہوں اور اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو صاحب زادے حضرت اسماعیل وحضرت اسحق علیہما السلام عطا فرمائے اور تورات میں اِن کا اور اُن کا ذکر فرمایا اور اس میں خوش خبری دی اس کی جو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوگا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرے فرد ایسے نہ تھے جس میں وہ ساری علامتیں اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہوں جن کی بشارت دی گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے یہ التجا فرمائی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجیں۔ پھر ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے خالص ترین لوگوں میں سے قریش میں پیدا کیا، پھر قریش کے خالص ترین لوگوں یعنی بنی ہاشم میں پیدا کیا اور شہر مکہ میں جو کہ ام القری ہے اور اس گھر کے شہر میں جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور لوگوں کو اس کے حج کی طرف بلایا، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے آج تک اس کا قصد کیا جاتا ہے، یہ شہر انبیائے سابقین کی کتابوں میں اچھے اوصاف کے ساتھ مذکور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تربیت اور پرورش کے اعتبار سے کامل واکمل تھے، آپ سچائی، نیکی، عدل اور اچھے اخلاق کے ساتھ معروف تھے، بری باتوں، ظلم کے چھوڑنے اور ہر برائی کو چھوڑنے میں معروف تھے، آپ کے لیے ان سب امور کی گواہی ان لوگوں نے دی ہے جو آپ کو نبوت کے قبل سے جانتے تھے اور ان میں سے بعض تو آپ پر ایمان لائے اور بعض نے نبوت کے بعد بھی کفر اختیار کیا، آپ کے بارے میں کسی ایسی چیز کا علم نہیں جس کے ذریعے آپ کو عیب دار کیا

جائے، اقوال میں نہ افعال میں اور نہ ہی اخلاق میں، کبھی ان سے جھوٹ صادر ہوا نہ ظلم اور نہ ہی کوئی اور بری بات۔

ان کی خلقت اور صورت اکمل، اتم اور جامع تھی، باعتبار ان محاسن کے جو آپ کے کمال پر دلالت کرتے تھے، جبکہ انہوں نے لوگوں کے علوم میں سے کچھ پڑھا، نہ ہی اہل علم کے ساتھ بیٹھے، جب تک ان کی عمر کے چالیس سال پورے نہ ہو گئے آپ نے نبوت کا دعویٰ بھی نہیں کیا، اس دعوئ نبوت کے بعد آپ ایک ایسے امر کو لے کر آئے جو تمام امور میں سب سے زیادہ تعجب خیز اور بڑا تھا، ایسا کلام لے کر آئے جس کی نظیر پہلوں نے سنی، نہ ہی اگلوں نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی چیز کی خبر دی کہ اس کے مثل ان کے شہر اور قوم میں کوئی بھی نہ جانتا تھا، نہ اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد جانا گیا، نہ شہروں میں سے کسی شہر میں اور نہ زمانوں میں سے کسی زمانے میں جانا گیا کہ جو کچھ بھی آپ لے کر آئے ہیں اس کے مثل کوئی لایا ہو، نہ آپ کی طرح کوئی غالب ہوا اور نہ ہی کوئی دوسرا آپ کی طرح کی نشانیاں اور عجائبات لے کر آیا اور نہ ہی اور کسی نے ایسی شریعت کی طرف دعوت دی جو آپ کی شریعت سے زیادہ کامل ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جس کا دین تمام ادیان پر علم وحجت، طاقت قوت کے اعتبار سے آپ کے دین کی طرح غالب آیا ہو۔ پھر انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین ہی نے آپ علیہ السلام کی اتباع کی اور وہ (ہمیشہ کی طرح) ضعیف وکمزور لوگ تھے، اہل حکومت نے آپ کو جھٹلایا، ان کو ایذائیں پہنچائیں اور آپ کو اور آپ کے متبعین کو ہلاک کرنے کی ہر ممکن کوششیں کیں، جیسا کہ پہلے سے کفار بیا اور ان کے متبعین کے ساتھ کرتے آئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جن لوگوں نے کی وہ کسی رغبت یا خوف کی وجہ سے نہیں کی، کیونکہ آپ کے پاس کوئی مال نہیں تھا کہ آپ ان کو اس سے نوازتے، نہ ہی شان وشوکت کا کوئی مرتبہ کہ جو اُن لوگوں کو سونپتے، نہ ہی کوئی تلوار تھی کہ اس کے زور پر ان سے ایمان لانے کا مطالبہ کرتے، بلکہ تلوار، مال اور شان وشوکت ان کے دشمنوں کے پاس تھی۔ اور کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو مختلف قسم کی اذیتیں دیں اور وہ لوگ صبر کرنے والے اور اس صبر پر اجر کی امید رکھنے والے تھے اور وہ لوگ اپنے دین سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے کہ ان کے دلوں میں ایمان اور معرفت کی مٹھاس گھل مل گئی تھی۔

اور اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے مکہ مکرمہ کا قصد کرتے آئے ہیں تو عرب کے قبائل حج کے یام میں جمع ہوتے تو آپ ان کی طرف نکلتے، ان کو پیغام رسالت پہنچاتے اور ان کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے، اس تکلیف پر صبر کرتے ہوئے جو ان کو جھٹلانے والے کے جھٹلانے سے، دھوکا کرنے والے کے دھوکے سے اور اعراض کرنے والے کے اعراض سے ہوتی تھی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اہل مدینہ سے ہوئی اور وہ یہود کے پڑوسی تھے، یہود سے انہوں آپ علیہ السلام کے بارے میں سن رکھا تھا، چنانچہ جب آپ نے ان کو دین کی دعوت دی تو وہ آپ کو پہچان گئے اور اہل مدینہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ وہی نبی منتظر ہیں جن کی خبر یہود نے دی تھی، اسی لیے آپ کے بارے میں انہوں نے جو کچھ سنا تھا اس کی وجہ سے آپ کو پہچان گئے، کیونکہ آپ کے معاملے کی شہرت دس سال سے کچھ اوپر کے عرصے میں خوب ہو چکی تھی تو اہل مدینہ آپ پر ایمان لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے اور

صحابہ کے ہجرت پر اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے پر انہوں نے معاہدہ کیا، چنانچہ آپ علیہ السلام اور صحابہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، مدینہ میں مہاجرین اور انصار دونوں تھے، لیکن ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے کسی دنیاوی رغبت یا خوف کی وجہ سے ایمان قبول کیا ہو، مگر انصار کے کچھ لوگ کہ انہوں ظاہراً اسلام قبول کیا تھا، پھر ان میں سے بعض کا اسلام بعد میں سچا ہوگیا۔ پھر آپ کو جہاد کی اجازت دے دی گئی، پھر جہاد کا حکم دے دیا گیا اور آپ اللہ تعالی کے احکامات پر سچائی، عدل اور وفا کے ساتھ مکمل طور سے جمے رہے، آپ کے بارے میں ایک بھی جھوٹ محفوظ نہیں کہ کبھی آپ نے جھوٹ بولا ہو اور نہ ہی کسی پر ظلم، نہ ہی آپ علیہ السلام نے کسی کے ساتھ غداری کی، بلکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ انصاف پرور اور ان میں سب سے زیادہ عہد کی پاس داری کرنے والے تھے۔ باوجودیکہ ان پر مختلف حالتیں آتی رہتی تھیں، کبھی جنگ، کبھی صلح، کبھی امن اور کبھی خوف، کبھی مال داری تو کبھی فقر وفاقہ، کبھی قلت کبھی کثرت، کبھی کبھار وہ دشمن پر غالب آجاتے اور کبھی دشمن ان پر غالب آجاتا، لیکن آپ ان تمام حالات کے باوجود مکمل اور اتم طریقے سے دین پر جمے رہے، یہاں تک کہ اسلام کی دعوت عرب کی اس پوری سرزمین پر پھیل گئی جو بتوں کی عبادت اور کاہنوں کی غلط خبروں سے بھری ہوئی تھی، وہ مخلوق کی اطاعت کرتے اور خالق کی نافرمانی کرتے تھے، خون ناحق کو بہاتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، وہ آخرت کو جانتے تھے نہ ہی یوم معاد کو، لیکن وہ اس دعوت کے پھیلنے کے بعد سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ دین دار، انصاف پرور اور سب سے زیادہ فضیلت والے ہوگئے، یہاں تک کہ نصاریٰ نے جب ان کو دیکھا جب کہ وہ شام آئے تھے تو انہوں نے کہا: ''یہ صحابہ ان لوگوں سے افضل ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کی تھی۔''

یہ ان کے اور ان کے علاوہ دوسروں کے زمین پر علمی اور عملی آثار ہیں، ان دونوں امور کے درمیان فرق کو عقلاً ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ غالب وحاکم تھے، مخلوق ان کی مطیع تھی، وہ اپنے نفس اور مال پر ان کو ترجیح دیتے تھے، آپ نے اپنے پیچھے ایک درہم چھوڑا نہ دینار، ایک بکری چھوڑی نہ ہی کوئی اونٹ، سوائے ایک خچر، کچھ اسلحہ اور اس زرہ کے جو ایک یہودی کے پاس تیس اوسق جَو...... جس کو آپ نے اپنے گھر والوں کی ضروریات کے لیے لیا تھا...... کے بدلے بطور رہن رکھی ہوئی تھی اور آپ کے پاس کچھ جائداد تھی، جس سے اپنے گھر کا خرچہ چلاتے تھے اور باقی جو بچ جاتا اس کو مسلمانوں کے مصالح پر خرچ فرماتے۔ آپ نے پہلے ہی فیصلہ فرمادیا تھا کہ آپ کے متروکہ مال میں میراث جاری ہوگا، نہ ہی ان کے ورثا اس میں سے کچھ لیں گے۔ اور ہر وقت آپ کے ہاتھوں سے عجیب عجیب قسم کی نشانیاں اور علامتیں ظاہر ہوتی تھیں، جن کا ذکر کرنا کلام کو طویل کردے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان امور کی خبر دی جو گذر چکیں اور جو آئندہ پیش آئیں گی اور آپ ان کو اچھی باتوں کا حکم کرتے، بری باتوں سے روکتے تھے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال قرار دیتے اور بری چیزوں کو حرام فرماتے، شریعت میں ایک چیز کے بعد دوسری چیز آہستہ آہستہ نازل فرماتے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے جس دین کے لیے ان کو

مبعوث فرمایا تھااس کومکمل فرمادیااوران کی شریعت ایک مکمل شریعت کے طور پر سامنے آئی۔ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جس کے بارے میں عقلا کا اتفاق ہوکہ یہ بات اچھی ہےاوراس کا ذکر شریعت میں نہ ہو، نہ ایسی کوئی بری بات جس کے بارے میں عقلا کا اتفاق ہوکہ یہ چیز بری ہےاوراس سے شریعت میں منع نہ کیا گیاہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےکسی ایسی چیز کاحکم نہیں دیا کہ بعد میں کہاجاتا کہ کاش!اس کے کرنے کاحکم نہ دیا جاتا اور نہ ہی کسی ایسی چیز سے منع فرمایا کہ بعد میں کہاجاتا کہ کاش!اس سے منع نہ کیاجاتااورآپ نے پاک چیزوں کوحلال فرمایااورحلال اشیامیں سے کسی چیز کوبھی حرام قرارنہیں دیا، س طرح کہ سابقہ شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا تھا۔اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بری چیزوں کوحرام قرار دیااوران میں سے کسی بھی چیز کوحلال قرارنہیں دیا، جس طرح کہ سابقہ بعض امم نے حرام اشیا کوحلال قرار دے دیا تھا۔

اور دوسری امتوں میں جتنی بھی اچھائیاں اورمحاسن تھےان سب کوآپ نے جمع فرمایا، چنانچہ تورات،انجیل اورزبور میں کوئی بھی خبراور بات اللہ تعالی، ملائکہ اور قیامت کے دن کے بارے میں ذکرنہیں کی گئی، مگر یہ کہ آپ ﷺ نے اس کو ان کتابوں سے زیادہ کامل طور پرذکرفرمایااوران اشیا کی خبردی جوان کتابوں میں نہیں ہیں، چنانچہ ان کتابوں میں ایجاب عدل،انصاف پروری، فضائل کی طرف توجہ اوراچھی باتوں کی ترغیب نہیں،مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے لے کر آئے اوراس سے بہتر لے کرآئے۔

اگرکوئی عقل مند آدمی ان عبادات میں جن کوآپ ﷺ نے مشروع قرار دیااوروہ عبادتیں جوسابقہ امتوں میں تھی ن میں غور وفکر کرے تواس پرآپ کی مشروع کردہ عبادتوں کی فضیلت اوران کا رجحان واضح ہوجائے گا،اسی طرح کا معاملہ حدود،احکام اوردیگرتمام شریعتوں میں ہے،ان کی امت ہرفضیلت میں دوسری امتوں سے اکمل ہے، چنانچہ جب ان کی امت کے علم کا دوسری امتوں کے علم کے ساتھ موازنہ کیاجائے توان کی امت کی فضیلت ظاہرہوجائے گی اوراگر ان کی امت کا دین، عبادات اوراللہ کی اطاعت کا دوسری امتوں کے ساتھ مقابلہ کیاجائے تو یہ واضح ہوجائے گا کہ آپ کے امتی سب سے زیادہ دین دار ہیں اور جب ان کی بہادری، جہاد فی سبیل اللہ اوراللہ کے لیے مشکلات پرصبر کرنے کا موازنہ دوسری امتوں کے ساتھ کیاجائے تو یہ بات ظاہرہوجائے گی کہ یہی زیادہ جہاد کرنے والے اوردل کے اعتبار سے ان سے زیادہ مضبوط ہیں اور جب ان کی سخاوت، خرچ اورایثار کا سابقہ امم سے مقابلہ کیاجائے توظاہرہوگا کہ یہی زیادہ سخی اور جواد ہیں اورتمام کی تمام فضیلتیں امت کونبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حاصل ہوئیں،انہوں نے ان تمام چیزوں کوآپ ہی سے سیکھا، حضوراکرم ﷺ ہی ہیں جنہوں نے لوگوں کوان امور کے بجالانے کاحکم دیا، جب کہ آپ کی امت آپ سے قبل کسی کتاب کی متبع نہ تھی، کہ یہ کہاجائے کہ آپ دوسرے کسی نبی کی کتاب کومکمل کرنے تشریف لائے ہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کی شریعت کومکمل کرنے کے لیے تشریف لائے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین کے فضائل وعلوم بعض تورات سے اخذ کردہ ہیں تو بعض زبور سے، بعض دیگر صحیفوں سے اخذ کردہ ہیں تو بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور بعض ان کے حواریین سے اور ساتھ ساتھ عیسائیوں نے فلاسفہ اور دوسروں کے کلام سے

بھی مدد لی (جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو محرفین نے تبدیل کر دیا) تو انہوں نے دین عیسوی میں کفار کے امور میں سے کئی امور داخل کر دیے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے صریح مناقض ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا تو وہ آپ سے پہلے بھی کسی کتاب سماوی کو پڑھنے والی نہیں تھی، بلکہ ان میں کے اکثر تو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام، نیز تورات، انجیل اور زبور پر بھی ایمان نہیں لائے تھے (اکثر ان کو جانتے ہی نہ تھے) مگر یہ کہ آپ کی وساطت سے وہ ان انبیا اور کتابوں پر ایمان لائے، چنانچہ نبی کریم ﷺ ہی تھے جنہوں نے اپنی امت کو حکم دیا کہ وہ تمام انبیا پر ایمان لائیں اور وہ تمام کتابیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں، ان کی حقانیت کا اقرار کریں، نیز آپ نے اپنی امت کو اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ رسولوں میں سے کسی کے درمیان بھی فرق نہ کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب جس کو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں، اس میں فرمایا: ﴿قولوا آمنا بالله وما أنزل إلينا وما أنزل إلى إبراهيم وإسماعيل وإسحاق ويعقوب والأسباط وما أوتي موسى وعيسى وما أوتي النبيون من ربهم لا نفرق بين أحد منهم ونحن له مسلمون، فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا وإن تولوا فإنما هم في شقاق فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم﴾ (کہ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد پر اور جو ملا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم فرق نہیں کرتے ان میں سے کسی ایک میں بھی اور ہم اس پروردگار کے فرماں بردار ہیں۔ سو اگر وہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر وہ پھر جائیں تو پھر وہی ہیں ضد پر، سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔) [البقرة:] اور فرمایا: ﴿آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملئكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير، لا يكلف الله نفساً إلا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا ربنا ولا تحمل علينا إصراً كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين﴾. (ایمان لایا رسول نے جو کچھ اترا ان پر ان کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی، سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو، ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا، تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے، اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا، اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا رکھا تھا ہم سے اگلوں پر، اے ہمارے رب! اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے اور ہم سے درگذر فرما اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا رب ہے، مدد کر ہماری کافروں پر۔) [البقرة: ۲۷۹، ۲۸۰]

☆☆☆